تحریر: حجازی ابراہیم

ترجمہ: محمد اسلام عمری

اختلافات باعث ہلاکت ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں تمہارے درمیان جو بھی چھوڑ رہا ہوں اس پر عمل کرنا، تم سے پہلی قومیں اپنے سوالات اور نبیوں سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئیں لہذا میں تم کو جس چیز سے منع کروں اس سے باز آجاؤ اور جب کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کو بجالاؤ" صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ "یقیناً تم سے پہلے لوگوں کو ان کے بے جا سوالات اور اپنے نبیوں سے اختلافات نے ہلاک کیا" حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کو اس وقت تک پڑھو جب تک کہ تمہارا دل اس سے مطمئن رہے، جب اختلاف کی نوبت آجائے تو اس سے رک جاؤ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو قرآن پاک کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کے خلاف تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بارگاہ رسالت میں لے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز منع نہ کرو جس طرح بھی اچھی طرح پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تم سے پہلی قوموں نے اپنے آپسی معاملات میں اختلاف کیا تو وہ ہلاک و برباد کردیں گئیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران کی آیت

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران ۷)

(وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے تم پر اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات، جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں) (آل عمران آیت ۷) کی تلاوت کی وہ کہتی ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے درپے رہتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام لیا ہے یعنی متشابہات کی اتباع

کرنے والے لہٰذا ایسے لوگوں سے بچ کر رہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک آپ نے دو لوگوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت کے سلسلہ اختلاف کر رہے تھے آپ باہر نکل آئے چہرۂ انور سے غصہ کے آثار ہویدا تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں کو کتاب اللہ کے سلسلہ میں اسی اختلاف نے ہلاک کیا ہے۔

درس و عبرت

اختلاف ایسی بیماری ہے جس میں مبتلا ہو کر بہت سی قومیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی امت کو بار بار مختلف اسلوب اور متعدد مواقع پر آگاہ کیا ہے یہاں سب سے پہلے ہم محکم و متشابہ کے بارے میں بیان کریں گے کیونکہ اکثر و بیشتر اختلاف کا سبب یہی بنتے ہیں۔

۱۔ محکم و متشابہ:۔ امام نووی فرماتے ہیں: مفسرین و اصولیین نے ان دونوں الفاظ کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ محکم کا مفہوم دو قسم کا ہوتا ہے۔

(الف) جس کا معنیٰ بالکل واضح ہو کہ اس میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ یا احتمال کی گنجائش نہ ہو اور متشابہ وہ ہے جس میں کسی دیگر مفہوم کا بھی احتمال موجود ہو۔

(ب) محکم وہ ہے جس کے الفاظ کی ترتیب سے ظاہری یا تاویل سے کوئی مفید مطلب و مفہوم نکلتا ہو اور اسی طرح متشابہ مشترکہ مفہوم کے الفاظ کو کہتے ہیں مثلاً فروع، **کالذی بیدعقدته النکاح** اور لمس پہلا لفظ حیض اور طہر دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے کا مطلب ولی اور زوج دونوں ہے اور اسی طرح لمس کا مطلب وطی اور چھونا دونوں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے لئے جو الفاظ مستعمل ہیں وہ بھی متشابہ ہیں کیونکہ ان کا ظاہری اور متشابہ مفہوم لیا جاتا ہے راسخین فی العلم کے مفہوم کے سلسلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کیا ایسے لوگوں کو متشابہ کا صحیح علم ہے ایک قول یہ ہے کہ راسخون کو متشابہ کا علم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ بات بعید از امکان ہے کہ وہ اپنے بندوں سے اس طرح مخاطب ہو جس کا مطلب ان کے علم میں نہ ہو اکثر علماء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ جو کلام غیر مفید ہو اس سے اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا محال ہے۔

مذکورہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدعت و گمراہی پھیلانے والوں کی مخالفت سے بھی منع فرمایا ہے۔ جو شخص کسی مشکل میں گھر کر اس سے نکلنے کی خواہش سے سوال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کا جواب دینا واجب ہے۔ پہلے قسم کے لوگوں کا جواب جائز نہیں بلکہ ایسے لوگوں کی توبیخ کی جائے گی جو متشابہ کی پیروی کرتے ہیں جس طرح کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صبیغ بن عسل کو متشابہ کی پیروی کرنے پر توبیخ کی تھی۔

قرآن کے سلسلہ میں علماء کے مابین اختلاف کا مطلب جواز یا عدم جواز کے مسئلہ پر ہوتا ہے مثلاً نفس

قرآن یعنی اس کی حقانیت کے مسئلہ پر اختلاف یا اس کے کسی ایسے مفہوم پر اختلاف رونما ہونے کا اندیشہ ہو جس سے شک وشبہ اور نفرت وعداوت پیدا ہونے کا امکان ہو۔

رہا معاملہ فروعات دین کے استنباط، فائدہ کی امید پر اہل علم سے مناظرہ اور اظہار حق کے لئے اختلاف کرنا تو اس کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ مطلوب ہے اس کی فضیلت ظاہر ہے۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہ سے اب تک مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔

۲- قیادت اور طریقہ کار میں اختلاف:- گذشتہ احادیث میں جن دونوں باتوں کا خصوصیت سے تذکرہ کیا گیا ہے وہ اس طرح ہیں:

قیادت پر اختلاف: اسکا اشارہ حدیث کے اس ٹکڑے میں ملتا ہے "اختلافهم علی انبیاءهم" طریقہ کار سے اختلاف: الاختلاف فی الکتاب سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔

طریقہ کار سے اختلاف:

دیکھنے والا یہ دیکھ سکتا ہے کہ متعدد جہات کے حامل اسلام میں معرکہ کی چکی ان ہی دونوں امور کے گرد گھومتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے ہم کو بچنے کی ترغیب دی ہے اس کا فائدہ نقصان سے کم ہوتا ہے۔ اگر کوئی جماعت خواہشات کو ختم کر کے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونے کا قصد کرے تو اس کی کامیابی کی ضمانت دی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ اس بزرگ پر رحم فرمائے جس نے یہ بات کہی تھی: نتعاون فيما اتفقنا عليه ويعذر بعضنا بعضنا فيمااختلفنا فيه (ہمارا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ جس معاملہ پر ہم متفق ہوں اس میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور جس میں اختلاف ہو تو ایک دوسرے سے معذرت کرلیں)

یہ ایسا سنہرا اصول ہے جو پوری امت کو شامل ہے یہ سب کو اتحاد و اتفاق کی بنیاد پر جمع کرسکتا ہے اور تلافات کو دور کرسکتا ہے۔ اس سے آپسی جھگڑے اور کینہ وحسد کا بھی خاتمہ ہوسکتا ہے نیز دشمنوں سے مقابلہ کے وقت اس اصول کی بنیاد پر مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہر قائد نرم مزاج ہو اپنی ذات کو فراموش کرنے والا اور اپنی آرزو صرف کلمۃ اللہ کی سر بلندی قرار دے کر اپنی شہرت و عظمت کا سکہ جمانے کی کوشش نہ کرے تو اس پر دنیاوی امور آسان ہوجاتے ہیں جس طرح افراد باہم کسی سے تعصب نہ رکھیں۔ وہ اسلام کی نصرت اور مسلمانوں کی عزت و سربلندی کو دوبارہ حاصل کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنالیں تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قیادت پر دل جمعی سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پائیدار حکومت کا سربراہ وہ ہے جس کو مشورہ دینے والے طاقتور اور ہر میدان میں ماہر ہوں۔

۳: قرآن کا خوف:- قرآن ہم کو قیادت پر اعتراض کرنے سے خوف دلاتا ہے اور بنی اسرائیل کی اس روش کی یاد دلاتا ہے جبکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ و برگزیدہ شخص کے نبی بنائے جانے پر اعتراض

کیا۔

(ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے یہ سن کر وہ بولے ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حقدار ہو گیا اس کے مقابلہ میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے، نبی نے جواب دیا۔ اللہ نے تمہارے مقابلہ میں اس کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی و جسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا ملک جسے چاہے دے دے اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔البقرہ:۲۴۸)

اعتراض کے سبب پر غور کیجئے۔ اگر کوئی وجہ نظر آئے گی تو صرف جہالت جس سے قیادت پر اختلاف تھا۔ قرآن نے ان کی جہالت کا جو مجموعی نقشہ کھینچا ہے۔ اس کو "علمی و جسمانی قوت" کا نام ہی دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور دشمن سے مقابلہ میں مدد ملتی ہے۔

۴-رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند پر اعتراض:- بعض مسلمانوں نے حضرت زید بن ثابت اور اسامہ بن زید کو پسند کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو ایک قوم کا امیر بنا دیا لوگوں نے ان کی امارت پر طعنہ دیا ہے تو اس سے قبل ان کے باپ کی امارت پر طعنہ دے چکے ہو خدا کی قسم وہ امارت کے لئے نہایت موزوں ہیں اگرچہ وہ عام لوگوں کی بہ نسبت مجھ کو زیادہ محبوب ہیں۔

۵- ان مسائل سے اجتناب جن سے عملاً کوئی فائدہ نہیں

اس کا زیادہ تر تعلق قیادت سے ہے جہاں تک طرز عمل کا تعلق ہے تو اس پر گفتگو آچکی ہے مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن پاک دل جوئی کے لئے نازل ہوا ہے تاکہ تمام متفرق دلوں کو متحد کر سکے نیز مسلمان اس کی تلاوت فہم اور تدبر پر جمع ہو سکیں لیکن جب اس کے معانی میں اختلاف و نزاع اور خصومت ہونے لگے تو اس وقت انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت یاد رکھنی چاہیئے قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارے درمیان اختلاف رونما نہ ہو لیکن جب اختلاف برپا ہو جائے تو اس سے رک جاؤ"

مسلمانوں کے مابین اکثر دینی معاملات میں اختلاف ہوتا ہے اس میں سلف صالحین کا کوئی فرق نہیں ہے۔ مثلاً بعض نوافل پر اختلاف۔ اس پانچویں مقدمہ کے تحت امام شاطبی نے لکھا ہے کہ ہر مسئلہ عمل کی بنیاد نہیں بن سکتا، اسکی تلاش ایسے مستحان کی تلاش ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ میری مراد اعضاء و جوارح جیسے اعمال ہیں جو کہ شریعت کو مطلوب ہیں۔ اسکی دلیل میں ہمیں شریعت کا استقراء کرنے سے بہت سی مثالیں مل جائیں گی جن سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ شریعت ہم کو کسی ایسی چیز کا

مکلف ہرگز نہیں کر سکتی جو ہمارے لئے مفید نہ ہو۔ قرآن پاک میں ہے

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ (البقرہ: ۱۸۹)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کے تعین کی اور حج کی علامتیں ہیں)۔

اتنا ہی جواب دیا گیا جس کا تعلق عمل سے تھا، سائل کے سوال سے عملاً اعتراض کیا گیا اس کے پھر آہستہ آہستہ موٹا اور پھر آخر میں باریک کیوں ہو جاتا ہے۔

۶- فرقہ بندی موجب ہلاکت ہے

اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤقف یہ تھا کہ آپ جب صحابہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے تھے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو قبیلہ بنی کنانہ سے مقابلہ کے لئے ہم لوگوں کو بھیجا جب مقابلہ ہوا تو دشمن کی تعداد زیادہ معلوم ہوئی اس لئے ہم لوگوں کو پناہ لینی پڑی۔ دوبارہ حملہ کرنے پر باہمی اختلاف ہو گیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو چہرہ انور غصہ سے سرخ ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ میرے پاس سے اجتماعی شکل میں گئے تھے لیکن الگ الگ گروہ کی شکل میں واپس آئے ہو۔ تم سے پہلی قوموں کو فرقہ بندی نے ہلاک کیا تھا۔ مسلمان کو سہولت پسند، خوش خبری دینے والا اور اطاعت و فرمانبردار ہونا چاہیئے اس کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اختلاف کو ہوا دے کر مشکل پیدا کرے اور دین میں تشدد پسندی و غلو کا رجحان عام کرے کیا ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اختلاف کرنے والوں کو قول رسول کی دہائی دے کر باہم شیر و شکر ہونے کی ترغیب دیتے ہوں۔ (بہ شکریہ ماہنامہ البدر، کاکوری لکھنؤ جولائی ۱۹۹۹ء)

(بقیہ از ص ۱۰)

کر لیا اور فرمایا: "مت روکہ میں تیرا باپ ہوں"۔ سبحان اللہ۔

آج ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ کوئی مولوی کوئی پیر، کوئی سرمایہ دار، کوئی مل مالک، کوئی زمیندار، کوئی سید زادہ، اس سنت کو، اس معاشری قانون کو، رحمت للعالمین کی اس اداء سر سبد کو عمل میں کیوں نہیں بساتا؟ جو شخص معاشرے میں یہ حسن پیدا کریگا اسی کی آخرت حسین و جمیل اور پر نور ہو گی ۔ وہ شخص حشر کے دن نبی کریم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ رحمت میں ہوگا۔ اے کاش ہم سب اس حقیقی خوشی کو حاصل کر سکیں۔